ابن صفی کے شہر کو سلام

ہوش سنبھالی تو دادا سے لے کر ابا تک کتاب کلچر عروج پر تھا۔ پاکستان کیا برصغیر کا شاید ہی کوئی قابل ذکر رسالہ ہو جو منگوایا نہ جاتا ہو۔ بیسویں صدی (دہلی)، (1950ء)، ''تہذیب نسواں'' (1898ء) اور ہفت روزہ ''شیرازہ'' (1938ء) تک کی جلدیں آج بھی میری سٹڈی میں پوری خستگی کے ساتھ موجود اور محفوظ ہیں۔ ہفت روزہ ''تہذیب نسواں'' کی پیشانی کے اوپر لکھا ہے۔

''ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار''

اور پیشانی کے نیچے لکھا ہے.....

''جو محترمہ محمدی بیگم مرحومہ نے لڑکیوں کے فائدے کے لئے 1898ء میں جاری کیا۔

فردوسی کا ''شاہنامہ''، الف لیلہ ولیلہ، کالیداس کی شکنتلا، سعدی کی گلستان، مولینا روم کی مثنوی، حافظ کا دیوان، رباعیاتِ عمر خیام، میکیاولی کی ''پرنس''، ہیگل کی ''لاجک'' گورکی کی ''ماں''۔ ٹائن بی، گبن، فلوبیئر، بالزک، ٹالسٹائی، پوشکن، بودلیئر، چیخوف، گورکی، گوئٹے وغیرہ سب موجود تھے۔ دادا جی شیکسپیئر کے حافظ تھے اور ایسے کہ صفحہ نمبر تک کا حوالہ بھی دے دیا کرتے۔ میرے ہیڈ ماسٹر عاصی صاحب دادا جی کو اکثر پوچھتے ''میاں صاحب! آپ کو شیکسپیئر زبانی یاد ہے تو پھر بھی پڑھتے کیوں ہیں؟''

مختصراً یہ کہ ماحول بے حد کتابی تھا کہ پانچویں چھٹی کے لگ بھگ ابن صفی صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ اور یہ ملاقات ہوئی اک ''آنہ لائبریری'' پر جو لائل پور (فیصل آباد) دھوبی گھاٹ گراؤنڈ میں ''لالہ لائبریری'' کے نام سے مشہور تھی۔ غیر نصابی کتابیں پڑھنے اور انتہائی تیز رفتاری سے پڑھنے کا نشہ، چسکا یا عادت اصل میں ابن صفی صاحب کی عطا ہے۔ میرے ایج گروپ کے اکثر لکھنے والوں کے پیچھے بھی ابن صفی صاحب کہیں نہ کہیں موجود ہیں لیکن اکثریت اسے تسلیم نہیں کرتی جبکہ میں نے اکثر اس کا اعتراف ہی نہیں اس بات پر احتجاج بھی کیا کہ نقادوں اور نام نہاد ''سنجیدہ'' ادیبوں نے ابن صفی صاحب کے ساتھ انصاف نہیں کیا مثلاً 27 جولائی 2000ء ابن صفی صاحب کی برسی پر میں نے لکھا تھا،

''نوجوانی بہت پیچھے رہ گئی۔ جوانی بھی خراب ہوتی جارہی ہے۔ موضوعات اوران کی ترجیحات بھی مکمل طور پر تبدیل ہوچکی ہیں لیکن کرنل فریدی اور کیپٹن حمید سے لے کر عمران سیریز کے عمران اور جولیا نافٹر واٹر تک آج بھی حقیقی کرداروں کی طرح میری آنکھوں کے سامنے پھرتے ہیں۔ میں عظیم تخلیق کار اور اپنے فن کے امام مرحوم ابن صفی کے بارے میں بات کررہا ہوں جو برطانیہ میں ہوتا تو اسے ''سر'' کا خطاب ملتا لیکن یہاں؟؟؟ عوام ناشکرے اور حکمران اول تو کاٹھے انگریز ہوتے ہیں جنہیں اردو کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہوتا یا اتنے ماٹھے ہوتے ہیں کہ ''پڑھائی'' کی جگہ ''پکوائی'' ان کی پہچان بن جاتی ہے اور ''سری پائے'' ان کا قومی نشان قرار پاتے ہیں۔ 26 جولائی کو ابن صفی مرحوم کی برسی ایسے ہی گزر گئی جیسے اکثر جینوئین لوگوں کی برسیاں گزر جاتی ہیں کہ برسیاں صرف دو قسم کے لوگوں کی منانے کا رواج ہے۔ اول ان کی جن کی برسی فیشن، رواج یا ضرورت بن جائے۔ دوم ان کی جن کا کوئی تگڑا والی وارث موجود ہو یا جنہیں زندگی میں تعلقات عامہ کے فن سے خصوصی لگاؤ رہا ہو۔ جس گوشہ نشین نے صرف کام کیا ہو، جس کی کوئی لابی نہ ہو، ''پچھا'' تگڑا نہ ہو۔ اسے اسی طرح موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے جیسے ابن صفی کو جو دنیا کی تیسری بڑی زبان اردو میں جاسوسی ادب کے حوالہ سے ایک جینیئس تھا اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کروڑوں قارئین کے دلوں میں بستا تھا''

عرض یہ کہ میں ابن صفی صاحب کے ساتھ ہونے والی ناانصافی پر بہت کڑھا کرتا تھا کہ چند ماہ پہلے ایک زبردست دھماکہ ہوا اور دھماکہ کرنے والا نوجوان ہے راشد اشرف جو صفی صاحب کے بارے ''ابن صفی، کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا'' نامی اک شہکار کا مرتب بھی ہے اور مولف بھی۔

یہ ایک مکمل اور مصور ریسرچ ہے جس میں ابن صفی صاحب کی ان کے والدین، بچوں سمیت نایاب تصاویر بھی شامل ہیں۔ اس میں بارہ سال کا ابن صفی بھی دیکھا جاسکتا ہے اور نارا (الہ آباد بھارت) میں ان کا گھر بھی، ایک تصویر اہلیہ کے ساتھ بھی ہے۔ راشد اشرف نے تاریخی کام کیا کہ ابن صفی صاحب کے بارے میں جید ترین لوگوں کی تحریروں کو ہی اکٹھا نہیں کیا، ان کے بارے میں ہر قسم کی معلومات بھی مہیا کردی ہیں۔ ان کی ہمشیرہ ریحانہ لطیف سے لے کر ان کے صاحبزادے احمد صفی تک کے مضامین اگر سونا ہیں تو اس پر سہاگہ ہے شکیل عادل زادہ، زاہدہ حنا، مجنوں گورکھپوری، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، شبنم رومانی، رئیس امروہوی، بشریٰ رحمٰن، سہیل اقبال، محمد عارف اقبال، مشیر صدیقی، شاعر لکھنوی، رضا علی عابدی، ڈاکٹر عبدالقدیر خان، مشتاق قریشی، ڈاکٹر کرسٹینا، پروفیسر انوار الحق، عارف وقار اور بہت سی دیگر قد آور شخصیات کی تحریریں اور صفی صاحب کو خراج تحسین۔ میں راشد اشرف سے کبھی ملا نہیں کہ وہ ''کراچی وال'' ہیں لیکن ان کی مہربانی کہ ایسے خوبصورت لوگوں کی تحریروں میں انہوں نے میرا بھی ایک پرانا کالم شامل کر کے میری عزت افزائی کی۔ سب سے بڑھ کر خود ابن صفی صاحب کی اپنے بارے میں ایک اچھوتی تحریر جس کا عنوان ہے ''بقلم خود''

ویل ڈن راشد اشرف! ویری ویل ڈن

اک روایت ہے کہ پہلوان ہو یا گائیک..... آغاز سے پہلے استاد سے اجازت طلب کرتا ہے۔ ابن صفی میرے فکری اساتذہ میں سے ہیں۔ ہم روزنامہ ''دنیا'' کو کراچی سے بھی لانچ کر رہے ہیں۔ میں ابن صفی کے شہر کو سلام پیش کرتے ہوئے ان کی اجازت کا طلب گار ہوں۔

استاد محترم ابن صفی صاحب! اجازت ہے؟